نظرات

خوشی کی بات ہے علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کا بل جو کم وبیش دس برس سے امید وبیم کی منزل سے گذر رہا تھا اور جس کی وجہ سے یونیورسٹی کے اندر اور باہر بڑے بڑے ہنگامے ہوئے اور فسادات ہوئے اور جس کا غلغلہ ملک کے گوشہ گوشہ میں تو تھا ہی بعض بیرونی ملکوں میں بھی اس کی صدائے بازگشت سنی جاتی تھی، وہ پارلیمنٹ کے حالیہ اجلاس میں منظوری کی آخری منزل سے بخیر وخوبی گذر گیا اور قانون بن گیا، یونیورسٹی ایکٹ کی اس تیسری ترمیم (Third Amendment) میں یہ بات واضح طور پر کہہ دی گئی ہے کہ "یونیورسٹی کا مقصد خاص طور پر مسلمانوں کے لیے تعلیمی اور تہذیبی ترقی کا سروسامان کرنا ہوگا" اور پھر اس مقصد کو حاصل کرنے کے جو ذرائع اور وسائل ہیں ان میں یونیورسٹی کو بہت کچھ خودمختاری دی گئی ہے، مثلاً یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ یونیورسٹی کی مجالس حاکمہ (ایگزیکیٹو کونسل اور کورٹ) کو مزید اختیارات ہوں گے، ان میں اکثریت مسلمانوں کی ہوگی جو مسلمانوں کے مختلف اداروں کے نمائندے ہوں گے، البتہ جہاں تک طلباء اور اساتذہ کا تعلق ہے ان میں مسلم اور غیر مسلم کا فرق وامتیاز نہیں ہوگا، سرسید کے زمانہ میں بھی اس درسگاہ کا دروازہ کبھی غیر مسلموں پر بند نہیں ہوا، تو اب کیوں بند ہو؟ اور یوں بھی پوری تاریخ اسلام گواہ ہے کہ مسلمانوں نے تعلیم اور رفاہ عام کے دوسرے کاموں میں کبھی مسلم اور غیر مسلم کا فرق نہیں جانا۔

بڑی خوشی اس بات کی بھی ہے کہ تمام ممبروں نے (دو کمیونسٹ ممبروں کے علاوہ) پارٹی اور آئیڈیالوجی کے اختلاف کے باوصف اس بل کا خیر مقدم کیا، اور جب چار گھنٹے تک بحث وگفتگو

[illegible] سے منظور کرلیا تو ہم طلبہ نے اس پر اپنی مسرت دلی کا اظہار چیرمین سے کر کیا اور پارلیمنٹ کی طرف سے اس کو مسلمانوں کے لیے سال نو کا تحفہ قرار دیا گیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ مسز اندرا گاندھی نے ۱۹۸۰ء میں الکشن کے وقت جس بات کا وعدہ مسلمانوں سے کیا تھا وہ اس خوبی سے پورا کرسکیں یا کر اس سے زیادہ نا ممکن تھا۔ مسلمانوں کو ان کا شکر گذار رہنا چاہیے اور ساتھ ہی یونیورسٹی ایکشن کمیٹی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جو بڑے صبر و استقلال اور عزم و حزم کے ساتھ اپنے موقف پر قائم رہی اور اس کی تکمیل کے لیے جدوجہد سے کبھی غافل نہیں ہوئی۔

لیکن مسلمانوں کو خوب اچھی طرح سمجھنا اور یاد رکھنا چاہیے کہ اس بل کی منظوری کے بعد ان کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں، اب دنیا دیکھے گی کہ مسلمانان ہند نے یونیورسٹی کے مقصد کے مطابق اپنے اس عظیم الشان قومی و ملی ورثہ کو تعلیمی اور تہذیبی اعتبار سے کیا واقعی اتنا اونچا کر دیا ہے کہ ایک طرف وہ علوم و فنون اور سائنس و ٹکنالوجی کی تعلیم اور ان میں ریسرچ کے اعتبار سے ملک کی کسی بھی بڑی مشہور و نامور یونیورسٹی سے اگر زیادہ نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں ہے اور دوسری جانب تہذیبی اعتبار سے یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلباء، سب اعلیٰ اسلامی اخلاق و تہذیبی اقدار کے حامل ہیں جس کے باعث ان کا وجود نہ صرف اپنی ملت کے لیے بلکہ پوری قوم اور ملک کے لیے سر تا سر خیر و برکت ہو، جس طرح آج ہم آکسفورڈ اور کیمبرج کا نام لیتے ہیں تو معاً ذہن میں ان دونوں یونیورسٹیوں کے مخصوص علمی و تعلیمی معیار اور تہذیبی خصوصیات و امتیازات کا تصور ذہن میں اجاگر ہو جاتا ہے، دنیا دیکھے گی کہ انتظامی امور و مسائل اور معاملات و دروبست میں خود مختاری (Autonomy) حاصل ہونے کے بعد کیا مسلمانوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو بھی کیمبرج اور آکسفورڈ کی طرح ایک مثالی یونیورسٹی بنانے کی غرض سے مخلصانہ اور سرگرم جدوجہد کا از سر نو آغاز کر دیا ہے۔

ہمیں اس امر کا برملا اعتراف و اقرار کرنا چاہیے کہ گزشتہ چند برسوں میں یونیورسٹی میں جو حالات و واقعات پیش آتے رہے ہیں انھوں نے یونیورسٹی کی شہرت و عظمت اساس کو دیرینہ روایات کو شدید مجروح کیا اور عظیم نقصان پہنچایا ہے، یونیورسٹی کا تعلیمی معیار افسوسناک حد تک پست ہوگیا ہے، ڈسپلن اساتذہ اور طلبہ دونوں میں مفقود ہے، انتظامیہ میں فرض شناسی کا جذبہ مضمحل اور کمزور ہے، کورٹ جو یونیورسٹی کی اعلیٰ اور بااختیار بہیئت حاکمہ ہوگی اس کا فرض ہوگا کہ وہ روشن دماغی اور دقتِ نظر سے ان تمام حالات و واقعات اور ان کے وجوہ و اسباب کا جائزہ لے اور یونیورسٹی کی تعمیر نو کا ایک وسیع اور ہمہ گیر پروگرام لے کر جیتی قدمی کرے، لیکن یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ خود کورٹ کے ممبروں میں یونیورسٹی کے تعلیمی اور تہذیبی معاملات و مسائل کے بارہ میں اتحاد خیال و یک جہتی ہو، خلوص و دیانت اور مقصد کی تکمیل کے لیے دل میں تڑپ اور لگن ہو، مسلمان بے شبہ اقلیت میں ہیں لیکن اگر غیرت قومی اور حمیت ملی ہو تو یہی اقلیت میں ہونا فضل الٰہی ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس سے جوش، ولولہ کار اور اکثریت کے ساتھ تنازع للبقاء کے میدان میں مسابقت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جنوبی ہند میں مسلمانوں کے بڑے بڑے ادارے جو ایجوکیشن اور ٹیکنیکل ایجوکیشن کے کس خاموشی اور جوش سے کام کر رہے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ان سے سبق لے سکتے ہیں، دنیا میں وہی قوم ترقی کر سکتی ہے جو آئے دن شکوہ و نازی آخرینی اور شکوے شکایت سے دور رہ کر اپنے تعمیری کاموں میں خلوص اور دیانت کے ساتھ معروف رہتی اور احتساب نفس کرتی رہتی ہے۔